علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ کے ترجمہ قرآن ''البیان'' کے خصائص

ڈاکٹر محمد سرفراز خالد

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ عربی و علوم اسلامیہ جی سی یونیورسٹی لاہور

غزالی زماں، رازی دوراں، امام اہلسنت حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ ۴ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء امروہہ ضلع مراد آباد بھارت میں جناب سید مختار احمد کاظمیؒ کے ہاں پیدا ہوئے۔ (۱) بچپن میں ہی آپ کے والد ماجد کا سایہ عاطفت سر سے اٹھ گیا اور آپ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری آپ کے بڑے بھائی حضرت علامہ سید محمد خلیل احمد کاظمیؒ نے بڑے احسن طریقے سے نبھائی۔ امام اہلسنت نے ابتدا سے انتہا تک تمام تعلیم اپنے برادرِ اکبر ہی سے حاصل کی، ۱۶ سال کی عمر میں ۱۳۴۸ھ/ ۱۹۲۹ء میں مدرسہ محمدیہ امروہہ سے سند فراغت حاصل کی (۲)

حضرت علامہؒ تحصیل علم کے بعد بعض احباب سے ملاقات کے لیے لاہور تشریف لائے۔ جامعہ نعمانیہ میں تدریس کی پیشکش ہوئی جسے برادرِ معظم کی اجازت سے منظور فرما لیا۔ کچھ عرصہ بعد دوبارہ امروہہ تشریف لے گئے۔ ملتان میں حضرت سیّد نفیر عالمؒ ہر سال حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا عرس منعقد کیا کرتے تھے، ان کی دعوت پر کاظمی صاحبؒ ملتان تشریف لائے، سید نفیر عالمؒ نے آپؒ کی تقریر سنی تو دل و جاں سے فدا ہو گئے اور کاظمی صاحب سے درخواست کی کہ اہلیان ملتان کو اپنے علم و فضل سے مستفید کرنے کے لئے ملتان تشریف لے آئیں.

ملتان آنے کے بعد آپؒ نے اپنے رہائشی مکان میں ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ متلاشیانِ حق اور تشنگانِ علم دور دور سے آ کر آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوتے رہے۔ نومبر

۱۹۳۵ء میں آپ نے مسجد حافظ فتح شیر، بیرون لوہاری دروازہ میں قرآن مجید کا درس شروع کیا، حضرت اٹھارہ سال تک مسلسل اس مسجد میں درس قرآن دیتے رہے۔ اسی اثناء میں آپ نے عشاء کے بعد حضرت چپ شاہ صاحبؒ کی مسجد میں درس حدیث شروع کیا، پہلے مشکوٰۃ اور اس کے بعد بخاری شریف کا درس مکمل کیا۔(۳)

چند مخیر حضرات کے تعاون سے کاظمیؒ صاحب نے ملتان کے وسط میں زمین خرید کر مدرسہ انوار العلوم قائم کیا جو آج تک ملتان میں پوری آب وتاب کے ساتھ امت محمدیہ کی تدریس کا فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔ کاظمی صاحبؒ کے تلامذہ کی تعداد ہزاروں میں ہے، جو نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں دین اسلام کی سربلندی کے لئے روز وشب مصروف ہیں۔

علامہ کاظمی شاہ صاحب نے برصغیر کی تقسیم اور مسلمانوں کے لیے علیحدہ مملکت کے قیام کے لیے بھی گراں قدر خدمات انجام دیں۔ مسلم لیگ کے سٹیج سے سے قیام پاکستان کی جدوجہد کے لیے جلسے کرتے رہے۔ ۱۹۴۶ء میں قرارداد پاکستان کی توثیق کے لیے منعقدہ بنارس کانفرنس میں شرکت کی (۴)

آپؒ نے عمر بھر عقیدہ ختم نبوت ﷺ کے تحفظ اور ردِ قادیانیت کے سلسلے میں نہایت اہم خدمات سرانجام دیں۔ آپ نے ۱۱ جون ۱۹۵۲ء کو صوبائی مسلم لیگ کے اجلاس میں پیش کرنے کے لیے ایک قرارداد بھیجی جس پر خواجہ عبدالحکیم صدیقی صدر سٹی مسلم لیگ ملتان اور صوفی عبدالغفور لدھیانوی آفس سیکرٹری مسلم لیگ ضلع ملتان نے تائیدی دستخط کیے تھے۔(۵) آپ ۱۹۳۵ء میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے، لیکن قیام پاکستان کے بعد جب یہ جماعت اپنے اصل مقصد سے منحرف ہوگئی تو حضرت نے فوراً علیحدگی اختیار کر لی۔(۶)

علامہ کاظمیؒ نے جہاد کشمیر، دستور سازی، تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ، تبلیغ دین، اشاعت اسلام اور سیلاب زدگان کی امداد و اعانت میں بھرپور حصہ لیا۔ ۱۹۶۵ء کی جنگ کے بعد ملکی دفاع کے لیے مدرسہ انوار العلوم کے کارکنوں نے عطیات وصول کر کے انتظامیہ کے حوالے کیے، آپؒ مرکزی زکوٰۃ کونسل اور اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے۔ آپؒ کو وفاقی شرعی عدالت میں جج کے عہدے کی

پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ کی۔ آپ کے انکار کے بعد آپ کے فاضل شاگرد علامہ مفتی سید شجاعت علی قادری جج کی حیثیت سے خدمات سرانجام دیتے رہے۔(۷)

محکمہ اوقاف نے علوم اسلامی کے تخصص اور تحقیق کے لیے بہاول پور میں جامعہ اسلامیہ قائم کیا۔اس جامعہ کے شعبہ حدیث میں بلند پایہ محقق اور ماہرِ حدیث کی ضرورت تھی جو روایت اور درایت دونوں فنون میں قوی دستگاہ رکھتا ہو، بالآخر محکمہ کی نگاہیں آپ کی ذات پر جم گئیں اور اس نے آپ سے شیخ الحدیث کا منصب قبول کرنے کی درخواست کی.......... آپؒ نے ۱۹۶۳ء سے لیکر ۱۹۷۴ء (۱۱ سال) تک جامعہ اسلامیہ میں شعبہ حدیث کے سربراہ کی حیثیت سے کام کیا۔(۸)

شیخ الحدیث والتفسیر، قطب الاقطاب، حضرت سید احمد سعید کاظمیؒ اپنے دور کے منفرد ولی کامل تھے، جہاں علم حدیث والتفسیر، ادب وفقہ، منطق وفلسفہ، معقول ومنقول، تاریخ وتحقیق، اقوال و قواعد، کلام ومعانی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، وہاں ایک یگانہ روزگار خطیب وادیب بھی تھے۔ مسند درس ہو یا میدان خطابت، مجلس رشد وہدایت ہو یا وادی تحقیق وتحریر دور دور تک آپ کا ہم پایہ نہیں ملتا، کسی بھی موضوع پر خطاب فرماتے تو بحرِ معانی کے موتی بکھیرتے جاتے، سامعین آپ کے دلائلِ قاہرہ سن کر شکوک وشبہات سے نکل کر حقائق تک پہنچ جاتے۔(۹)

آسمان رشد وہدایت کا یہ درخشاں ستارہ اپنے علم وعمل کی کرنیں بکھیر کر اس دار فانی سے ۲۵ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ/ ۶ جون ۱۹۸۶ء بروز بدھ، دار ابدی کی طرف رواں ہوا۔ آپ کا مزارِ پُرانوار ملتان کی مرکزی عیدگاہ سے ملحق واقع ہے جو صبح وشام مرجع خلائق ہے۔

حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمۃ القرآن ''البیان'' کا آغاز ۱۹۸۱ء کے اوائل میں کیا اور آپ کی شبانہ روز کاوش سے ایک سال سے بھی کم عرصہ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ بعد ازاں آپؒ نے اس پر حواشی لکھ کر منظر عام پر لانے کا ارادہ فرمایا۔ حواشی پر کام جاری ہوا چونکہ ان کا کام طویل اور دیر طلب تھا، لہٰذا حضرت کاظمی رحمۃ اللہ علیہ نے متن قرآن مع ترجمہ اور حواشی کی کتابت بھی ساتھ ہی شروع کرادی۔ ابھی سورۂ بقرہ کے ابتدائی رکوعات کی کتابت جاری تھی کہ آپؒ کے داماد

الحاج عبدالسلام قریشیؒ کی ناگہانی وفات نے آپ کو غم واندوہ سے ہمکنار کردیا اور خرمن دل پر ایسی بجلیاں گریں کہ آپ شدید علالت میں مبتلا ہوگئے۔ مزید براں کاتب حافظ محمد سراج بھی بیمار پڑ گئے، ان کا بیٹا علیل ہوا اور ان کی والدہ طویل علالت کے بعد وفات پا گئیں جس سے کام معرض التوا میں پڑ گیا۔ بعدازاں حضرت صاحبؒ کی انتظامی اور تحقیقی مصروفیات کی بنا پر آپ کو صرف ترجمۃ القران ''البیان'' شائع کرنے کا فیصلہ کرنا پڑا۔ اس طرح ترجمہ مع حواشی کی کتابت سب بیکار ہوگئی، ساتھ ہی دوسال پر محیط عرصہ بھی ضائع ہوگیا۔ اور صرف ترجمہ قرآن کی کتابت از سرنو کرانا پڑی۔ (۱۰)

آپؒ کے بڑے صاحبزادے سید مظہر سعید کاظمی کی مساعی جلیلہ سے ''البیان'' جولائی ۱۹۸۷ء میں منظر عام پر آیا۔ ''پہلے ایڈیشن کا متن قرآن اگرچہ فن کتابت کا ایک منفرد اور حسین نمونہ تھا لیکن عام قاری کی آنکھوں کے لیے وہ رسم الخط نامانوس ہونے کی وجہ سے تلاوت میں دقت پیش آتی تھی.......... نیا متن قرآن نہایت حسین وجمیل اور فن کتابت کا شاہکار ہے اور اس سے عام قاری کو تلاوت میں بہت سہولت ہوگی'' (۱۱) اس کتابت جدید کو بھی سید مظہر سعید کاظمی نے نومبر ۱۹۹۸ء میں کاظمی پبلیکیشنز ملتان سے شائع کیا ہے۔ ترجمہ کے پیش لفظ کے طور پر علامہ سید احمد سعید کاظمیؒ نے اس ترجمہ کی ضرورت اور اہمیت کو مدلل انداز میں بیان فرمایا ہے جو حضرت صاحب کی وفات کی وجہ سے پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔

ہمارے پیش نظر یہی ترجمۃ القرآن ہے اور ہم اس کے خصائص وامتیازات میں سے چند کا احاطہ کرنے کی کوشش کریں گے۔

۱۔ اکثر تراجم قرآن میں چونکہ کاتب حضرات الفاظ کے مفہوم سے ناآشنا ہوتے ہیں جس کے باعث ترجمہ، الفاظ قرآن سے آگے پیچھے ہو جاتا ہے اور قاری ابہام کا شکار ہو جاتا ہے۔ ''البیان'' میں اس بات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے کہ اردو ترجمہ عربی متن کے عین نیچے رہے۔ اس کے علاوہ متن قرآن کی طرح ترجمہ میں بھی آیت ختم ہونے پر آیت کا نمبر دے دیا گیا ہے تاکہ ترجمہ سمجھنے میں کوئی ابہام نہ رہے اور قرآن فہمی میں آسانی ہو۔'' (۱۲)

۲۔ اکثر تراجم قرآن جو تلاوت کے لیے برصغیر میں مروج ہیں ان کی زبان قدیم اردو ہے اور اُن تراجم کے اکثر الفاظ و محاورات متروک، غیر مستعمل اور غیر مانوس ہونے کی وجہ سے قارئین کے لیے قرآن فہمی میں مشکلات کا باعث بنتے ہیں۔لہٰذا کافی عرصہ سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی ایسا ترجمہ ہونا چاہیے جو عصر حاضر کے قارئین کی توقعات پر پورا اترے۔''البیان'' نے اِس اس کمی کو پورا کرتے ہوئے سلیس اور سادہ زبان اختیار کی ہے اور الفاظ قرآن کی ترتیب کو حتی الامکان ملحوظ رکھا ہے۔ بعض مقامات پر شکوک و شبہات کے ازالہ کے لیے دوران ترجمہ قوسین لگا کر مناسب الفاظ کا اضافہ کر دیا گیا ہے تاکہ قارئین آیت کے مفہومِ حقیقی سے آشنا ہو سکیں۔(۱۳)

۳۔ بعض مترجمین نے لفظ ''اللہ'' کا ترجمہ ''خدا'' کیا ہے۔اگرچہ علماءعظّام نے لفظ اللہ کا ترجمہ خدا سے کرنے کو ناجائز قرار نہیں دیا۔تاہم یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ یہ لفظ ترجمہ کا حق ادا نہیں کرتا۔اہل علم کے مطابق ترجمہ کے لیے جن الفاظ کا انتخاب کیا جائے وہ معروف اور واضح ہونے چاہیں ورنہ صحیح وضاحت ممکن نہ ہو سکے گی۔یقیناً لفظ خدا، اللہ کے ترجمے کا نعم البدل نہیں ہے اسی لیے علامہ کاظمیؒ نے پورے قرآن مجید میں ''اللہ'' کا ترجمہ ''خدا'' نہیں کیا۔آپؒ کے خیال میں ''اسم جلالت لفظ ''اللہ'' کے معنی کی جامعیت لفظ ''خدا'' میں نہیں پائی جاتی،اس لیے ہم نے ترجمہ کرتے ہوئے لفظ خدا کی بجائے لفظ ''اللہ'' ہی استعمال کیا ہے۔پھر یہ کہ ترجمہ پڑھنے والوں کی زبان سے بار بار لفظ ''اللہ'' کا ادا ہونا ان کے لیے کثرتِ ثواب اور زیادتِ برکت وسعات کا موجب ہے۔یہ فائدہ لفظ ''خدا'' کے کثرت تلفظ سے حاصل نہیں ہو سکتا۔(۱۴)

۴۔ علامہ کاظمیؒ نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۴ میں یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ کا ترجمہ کرتے ہوئے قوسین لگا کر لفظ نبی کے پورے معنی لکھے ہیں۔

''اے (بلند رتبہ انسان مبعوث من اللہ ہو کر غیب کی خبریں دینے والے) نبی''اس کے علاوہ جہاں بھی لفظ نبی آیا ہے اس کا ترجمہ نبی سے ہی کیا ہے تاکہ قارئین جہاں بھی لفظ نبی پڑھیں تو اس سے سمجھ لیں کہ اس کے مرادی معنی یہی ہیں جو محض اختصار کے پیش نظر ہر جگہ نہیں لکھے گئے۔(۱۵) آپؒ

نے ''تحقیق لفظ نبی'' کے عنوان سے ایک مستقل رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ جس میں مفسرین و محدثین متکلمین وائمہ لغت کی تصریحات کے مطابق مدلل طور پر ثابت کرتے ہوئے بعض شکوک و شبہات کا ازالہ بھی تفصیل کے ساتھ کیا ہے۔ یہ مقالہ ''مقالات کاظمیؒ'' حصہ سوم میں موجود ہے۔(۱۶)

۵۔ علامہ کاظمیؒ نے لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جیسی تمام آیات قرآنیہ میں لفظ ارض کا ترجمہ کرتے ہوئے ''زمین'' کی بجائے ''زمینوں'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جبکہ بعض مترجمین نے ''ارض'' کو واحد تصور کرتے ہوئے اس کا ترجمہ لفظِ واحد ''زمین'' کے طور پر کیا ہے قاموس میں اس کی وضاحت ان الفاظ میں ملتی ہے ''اَلْاَرْضُ مُؤَنَّثَةٌ اِسْمُ جِنْسٍ اَوْ جَمْعٌ بِلَا وَاحِدٍ وَلَمْ يُسْمَعْ اَرْضَةٌ'' (۱۷) ''لفظ ارض مونث اسمِ جنس ہے یا وہ ایسی جمع ہے جس کا کوئی واحد مسموع نہیں''۔ اور کسی دوسرے مادہ سے بھی اس لفظ کے مفرد کے لیے کوئی لفظ کلام عرب میں نہیں پایا جاتا اس لیے اسم جمع ہونے کے باوجود مفرد کے لیے بھی ''ارض'' استعمال کیا جاتا ہے۔

۶۔ قرآن مجید کی بکثرت آیات میں انبیاء علیہم السلام کو لفظ ''اخ'' سے تعبیر فرما کر ان کی اضافت ان کے مشرک قبائل کی طرف کی گئی ہے، مثلاً وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا اور (قوم) عاد کی طرف ان کے مشفق ہم قبیلہ ہود کو (بھیجا) (البیان) (۱۸)۔ بعض مترجمین نے اَخَاهُمْ کا ترجمہ ''ان کے بھائی'' کیا ہے، جبکہ علامہ کاظمیؒ نے ''اُن کے مشفق ہم قبیلہ'' سے کیا ہے۔ کیونکہ انبیاء کرامؑ اپنی کمالِ شفقت کی وجہ سے اس بات پر بھی راضی نہ تھے کہ اُن کے مشرک قبائل اپنے کفر و شرک کی وجہ سے جہنم کے دائمی عذاب میں مبتلا ہوں۔ علامہ راغب اصفہانیؒ کے الفاظ سے اس مفہوم کی وضاحت ہوتی ہے۔ ''وقوله اخا عاد سماه اخا تنبيها على اشفاقه عليهم شفقة الاخ على اخيه ....(۱۹)'' اخ فرمایا محض اس بات پر تنبیہ کے لیے کہ وہ ان پر ایسے مشفق تھے جیسے بھائی اپنے بھائی پر مشفق ہوتا ہے'' نیز بھائی قرار دینے سے یہ اشتباہ بھی ہو سکتا ہے کہ جب انبیاء علیہ السلام اپنے مشرک قبائل کے بھائی قرار پائے تو ہندو اور مسلم بھائی بھائی کیوں نہیں ہو سکتے۔ جس سے جداگانہ مسلم قومیت کا تقدس مجروح ہو جائے گا۔

۷۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے بارے میں فرمایا "وَاَنِّیْ فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعٰلَمِیْنَ" (۲۰) اس آیت کے ترجمہ میں اکثر مترجمین نے "میں نے تم کو بڑائی دی تمام عالم پر" ترجمہ کیا ہے۔ جسے پڑھ کر گمان ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کو امت محمدیہؐ پر بھی فضیلت وفوقیت حاصل ہے جبکہ حقیقت میں نبی آخرالزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو تمام امتوں پر فضیلت حاصل ہے۔ اسی لیے علامہ کاظمیؒ نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے "اور میں نے (اُس) زمانے والوں پر تمہیں بڑائی دی" جو مفسرینِ متقدمین کے عین مطابق ہے۔ تفسیر جلالین میں العالمین کی تفسیر ان الفاظ میں کی گئی ہے۔ "ای عالمی زمانھم "یعنی اُن کے زمانے کے 'عالمین' میں۔ اسی تفسیر کے حاشیہ میں اس کی مزید وضاحت بھی ملتی ہے یعنی لیس المراد بالعالم جمیع ماسوی اللّٰہ لیلزم تفضیلھم علی ھذہ الامۃ امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم بل المراد بالعالم کل موجود سواہ فی ذالک الوقت۔ (۲۱) "عالمین سے مراد اللہ تعالیٰ کے علاوہ تمام مخلوق مراد نہیں ہے تاکہ اس اُمت کی فضیلت اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ثابت ہو جائے بلکہ عالم سے مراد اس وقت میں اس کے علاوہ تمام مخلوق ہے"۔

۸۔ جب موسیٰ علیہ السلام حکمِ الٰہی سے چالیس راتوں کے لیے کوہ طور پر ٹھہرے تو ان کی عدم موجودگی میں سامری جادوگر نے جواہرات سے مرصّع سونے کا بت بنا کر قوم موسیٰ سے اس کی عبادت کرنے کو کہا۔ قوم نے اس بت کو معبود بنالیا۔ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِہٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ" (۲۲) بیشتر مترجمین نے اس آیت کے ترجمہ میں اتخذتم کے لیے "پکڑا"، "بنالیا" وغیرہ کے الفاظ استعمال کیے ہیں، علامہ کاظمیؒ نے اس کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "پھر اس کے بعد تم نے بچھڑے کو معبود بنالیا اور تم ظالم تھے۔" اس مفہوم کی وضاحت قرآن مجید کی ایک دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔ "فَقَالُوْا ھٰذَآ اِلٰـھُکُمْ وَاِلٰهُ مُوْسٰی" تو لوگوں نے کہا یہ ہے تمہارا معبود اور موسیٰ علیہ السلام کا معبود (البیان) (۲۳) مفسرین کے اقوال سے اس کی صراحت ملتی ہے۔ تفسیر بیضاوی کی عبارت ملاحظہ ہو۔ "ثم اتخذتم العجل الھا و معبود"

(۲۴) پھر تم نے اُس کے بعد (بچھڑے کو) الہ اور معبود بنالیا۔''

۹۔ ''اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ''(۲۵) ''اس کے سوا کچھ نہیں کہ اللہ نے تم پر حرام کیا مردار اور (رگوں سے بہا ہوا) خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا گیا'' (البیان)۔ کفار مکہ جانور ذبح کرتے وقت اپنے بتوں (لات، عزیٰ) کا نام پکارتے تھے جسے حرام قرار دیتے ہوئے منع کیا گیا ہے۔ جبکہ اکثر مترجمین کے ترجمہ میں ''ذبح کرتے وقت'' کا ذکر موجود نہیں جس سے ترجمہ میں ابہام پیدا ہوتا ہے۔ علامہ کاظمیؒ نے اپنے ترجمہ قرآن میں اس ابہام کو دور کر دیا ہے۔ تفسیر بیضاوی میں اس کی صراحت موجود ہے۔ ''ای رفع به الصوت عند ذبح للصنم''(۲۶) ''یعنی بوقت ذبح اونچی آواز سے بتوں کا نام پکارا جائے۔''

۱۰۔ یوم قیامت کے بارے میں ذکر کرتے وقت فرمایا گیا۔ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (۲۷) اس دن جس میں نہ خرید وفروخت ہے اور نہ (کافروں کے لیے) دوستی اور نہ شفاعت (البیان)۔ علامہ کاظمیؒ نے قوسین میں کافروں کے لیے لکھ کر وضاحت فرمادی کہ مومنین کے لیے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شفاعت قبول فرمائی جائے گی، اسی طرح حدیث نبویؐ میں انبیاء کرام، علماء اور شہداء کی طرف سے شفاعت کرنے کا ذکر ملتا ہے۔''قال رسول اللّٰہ یَشْفَعُ یوم القیامۃ ثلثۃ : الانبیاء ثم العلماء ثم الشهداء (۲۸)۔ متعدد مترجمین نے دوستی اور شفاعت کی عدم قبولیت کی تخصیص صرف کافروں کے لیے نہیں کی، جس کی وجہ سے ترجمہ میں ابہام پیدا ہوتا ہے۔

۱۱۔ بعض مترجمین نے ترجمہ کرتے وقت اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے لیے دھوکہ، دغا اور مکر وفریب کے الفاظ استعمال کئے ہیں، اللہ کی ذات ایسے عیوب سے پاک ومنزہ ہے۔ مثال کے طور پر وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ (۲۹) علامہ کاظمیؒ نے ذات الٰہی کے ادب واحترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے نہایت مناسب ترجمہ کیا ہے۔''اور کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے (ان کے خلاف) خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ سب سے بہتر خفیہ تدبیر فرمانے والا ہے''۔ اسی طرح قرآن مجید کی آیت

اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ (۳۰) کا ترجمہ کرتے ہوئے بعض مترجمین نے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ دینے والا اور دغا دینے والا لکھا ہے جو نامناسب اور بے ادبی کے زمرے میں آتا ہے۔ علامہ کاظمیؒ کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں جو منفرد اور ادب و احترام کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے۔ ''بے شک منافق (اپنے خیال میں) اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں اس حال میں کہ اللہ ان کے دھوکے کی سزا انہیں دینے والا ہے۔''

۱۲۔ اکثر تراجم میں لفظی ترجمہ ہونے کی وجہ سے وضاحت نہیں ہوتی کہ یہ خطاب نبی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ ہے یا عام سننے والے کے ساتھ، جس کی وجہ سے مفہوم میں اشتباہ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ (۳۱) کے ترجمہ میں بعض مترجمین نے لکھا ہے ''تو/تم/آپ شک کرنے والوں میں نہ ہوں'' جس میں گمان ہوتا ہے کہ خطاب نبی اکرمؐ کے ساتھ ہے۔ علامہ کاظمیؒ نے قوسین میں (اے مخاطب) لکھ کر شک کا خاتمہ کر دیا ہے۔ تفسیر کبیر میں اس مفہوم کی صراحت ان الفاظ میں ملتی ہے۔ **فَلَا تَکُوْنَنَّ خطابا لکل واحد والمعنی انه لما ظهرت الدلائل فلا ینبغی ان یمتری فیها احد، قیل هذا الخطاب وان کان فی الظاهر للرسول الا ان المراد منه امته** ''(۳۲) فَلَا تَکُوْنَنَّ یہ خطاب ہر ایک کے لیے ہے اور معنی ہے کہ جب دلائل ظاہر ہو چکے ہیں کسی کو شک نہیں کرنا چاہیے۔ ایک قول ہے کہ اگرچہ بظاہر یہ خطاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے جبکہ اس سے مراد آپ ﷺ کی امت ہے۔

۱۳۔ سورۂ یوسف میں جب یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے کہا کہ ''یوسف اور اس کا بھائی (بنیامین) ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ محبوب ہے حالانکہ ہم زیادہ قوت والے ہیں'' اور کہا ''اِنَّ اَبَانَا لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنِ ''(۳۳) اس آیت کے ترجمہ میں اکثر مترجمین نے ''بے شک ہمارے باپ بہک گئے/غلطی پر ہیں/ خطا پر ہے۔ ایسے الفاظ استعمال کیے ہیں، علامہ کاظمیؒ نے نہایت محتاط ترجمہ کیا ہے ''بیشک ہمارے باپ ضرور (محبت کی) کھلی وارفتگی میں ہیں۔''

۱۴۔ جب یوسف علیہ السلام اپنے سوتیلے بھائیوں کو غلہ دیکر واپس کرنے لگے اور انہوں نے اپنے

بھائیوں کا سامان تیار کر دیا تو ان سے فرمایا ''اپنے پدری بھائی، کو میرے پاس لے آؤ'' اور فرمایا، اَ لاَ تَـرَوْنَ اِنّـِیْٓ اُوْفِـی الْـکَیْلَ وَاَنَا خَیْرُ الْمُنْزِلِیْنَ ۔(۳۴) بعض مترجمین نے ''منزلین'' کا ترجمہ ''اتارتا ہوں'' کیا ہے جو غیر مناسب ہے۔ علامہ کاظمیؒ اس کا ترجمہ ''مہمان نواز'' کیا ہے اور آیت کا ترجمہ یوں کرتے ہیں۔ ''کیا تم نہیں دیکھتے کہ میں پوری ناپ دیتا ہوں اور میں بہترین مہمان نواز ہوں۔'' اس مفہوم کی تائید تفسیر کبیر کے ان الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ ''وَاَنَـا خَیْـرُ الْمُنْزِلِیْنَ ای خیر المضیفین لانہ حین انزلھم احسن ضیافتھم ''۔(۳۵) اناخیر المنزلین یعنی میں سب سے بہتر مہمان نواز ہوں اس لیے کہ جب بھی ان کو اتارا تو ان کی اچھی مہمان نوازی کی''۔

۱۵۔ یٰـیَحْیٰی خُذِ الْکِتٰبَ بِقُوَّۃٍ وَاٰتَیْنٰہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا ۔(۳۶) اے یحییٰؑ پوری قوت کے ساتھ کتاب تھام لو۔ اور ہم نے انہیں بچپن ہی میں نبوت دی (البیان) علامہ کاظمی نے الــحــکــم کا ترجمہ ''نبوت'' سے کیا ہے، جبکہ اکثر مترجمین نے اس کا ترجمہ حکم کرنا دیا/ سمجھ دی/ دانائی عطا فرمائی وغیرہ کیا ہے۔ علامہ کاظمیؒ کے ترجمہ کی تائید تفسیر کبیر کے ان الفاظ سے ہوتی ہے، ان الــحــکــم ھــو مــا یـصـلـح لان یـحـکـم بـہ عـلـی غـیـرہ ولغیرہ علی الاطلاق وذلک لایکون الا بـالـنبـوۃ (۳۷) ''بے شک حکم وہ ہے جو اس بات کی صلاحیت رکھتا ہو کہ مطلقاً اپنے علاوہ پر اور اپنے علاوہ کے لیے اس کے ذریعہ حکم لگایا جائے اور یہ صرف نبوت سے ہی ہو سکتا ہے''۔

۱۶۔ وَلَا تُـکْرِھُوْا فَتَیَاتِکُمْ عَلَی الْبِغَاءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّناً (۳۸) بعض مترجمین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے۔ ''اور نہ زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے اگر وہ چاہیں قید سے رہنا'' جو غیر مناسب اور غیر واضح ہے، علامہ کاظمیؒ نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے ''اور تمہاری باندیاں جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہتی ہیں، انہیں بدکاری پر مجبور نہ کرو۔'' لغت میں فتیات جمع ہے فتاۃ کی ،اور فتیٰ یا فتاۃ سے کنایۃً غلام اور باندیاں (کنیزیں) مراد ہیں''۔

۱۷ . اَلـنَّبِـیُّ اَوْلٰـی بِـالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ ۔(۳۹) اس آیت کے ترجمہ میں بعض مترجمین نے ''نبی سے لگاؤ ہے ایمان والوں کو زیادہ اپنی جان سے'' کیا ہے جبکہ جمہور مفسرین کی رائے کے

مطابق نبیؐ مومنوں پر مہربان، رحم دل اور ان کے لیے نافع ہیں۔ علامہ کاظمیؒ نے بھی ایسا ہی ترجمہ کیا ہے۔ ''یہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایمان والوں کے ساتھ ان کی جانوں سے زیادہ قریب ہیں'' اس کی تصدیق تفسیر روح المعانی سے ہوتی ہے: ''**النبی اولی بالمؤمنین ای احق و اقرب الیھم من انفسھم او اشد ولایۃ ونصرۃ لھم**'' (۴۰) نبیؐ مومنوں پر ان کی جان سے زیادہ حق رکھتے ہیں اور ان کے زیادہ قریب ہیں یا ان پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ولایت حاصل ہے اور اُن کے لیے مددگار ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ ''**حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ**۔ (۴۱) بہت چاہنے والے تمہاری بھلائی کو، ایمان والوں پر نہایت مہربان، بے حد رحم فرمانے والے''۔

۱۸۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بتوں کی طرف متوجہ ہونا اور ان سے سوال و جواب کرنے کے بعد، **فَرَاغَ عَلَیْھِمْ ضَرْبًا بِالْیَمِیْنِ**۔ (۴۲) ''پھر چپکے سے جا کر داہنے ہاتھ سے ان پر کاری ضرب لگائی'' (البیان)۔ جبکہ بعض مترجمین نے **فراغ علیھم** کا ترجمہ ''پھر گھسا ان پر''/''ان پر پل پڑا''/''قوت سے جا پڑا'' کیا ہے جس سے حقیقت حال واضح نہیں ہوتی۔ علامہ کاظمیؒ نے اس کا ترجمہ ''چپکے سے جا کر'' کیا ہے جس سے ترجمہ کی بہتری ثابت ہوتی ہے، اس مفہوم کی تائید معتبر تفاسیر سے ہوتی ہے۔ تفسیر کبیر اور تفسیر مدارک میں ہے: ''**فاقبل علیھم مستخفیا کانہ قال فضربھم ضربا لان راغ علیھم بمعنی : ضربھم**''۔ (۴۳) ''آپ ان کی طرف خفیہ طور پر متوجہ ہوئے۔ جیسے کہ یہ کہا گیا ہے ان (قوم) سے نظر بچا کر ان کو مارا''

۱۹۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو خواب میں ان کے ذبح کرنے کے حکم الٰہی کے بارے میں بتایا تو انہوں نے عرض کی کہ ''اے ابا جان آپ کیجئے جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے ان شاء اللہ عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والوں میں پائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ**۔ (۴۴) بعض مترجمین نے **تلہ للجبین** کا ترجمہ ''اور بچھاڑا اس کو ماتھے کے بل'' ''ماتھے کے بل گرا دیا'' کیا ہے، جس سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ جیسے کسی کو زبردستی گرایا جائے۔ جبکہ **اسلما**

سے واضح ہے کہ دونوں باپ بیٹا نے اللہ کے حکم کے سامنے گردن جھکالی تو پھر زبردستی گرانے کا ترجمہ غیر مناسب ہے، علامہ کاظمیؒ نے نہایت مناسب ترجمہ کیا ہے۔''جب وہ دونوں (اللہ کے حکم کے سامنے) جھک گئے اور ابراہیم نے اپنے بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا''۔

۲۰۔ حضرت یونس علیہ السلام کو جب مچھلی نے نگل لینے کے بعد دوبارہ زمین پر ڈال دیا تو مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے آپؑ کا جسم کمزور و نحیف ہو چکا تھا، مفسرین کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے کدو کا درخت اگا دیا، یعنی وہ بیل ہی نہیں رہی تھی، بلکہ اسے تنے والا درخت بنا دیا تھا۔''وَاَنۡۢبَتۡنَا عَلَيۡهِ شَجَرَةً مِّنۡ يَّقۡطِيۡنٍ ۔(۴۵) اکثر مترجمین نے ''بیل دار درخت'' لکھا ہے، جبکہ علامہ کاظمیؒ نے قوسین میں (کدو کا) لکھ کر وضاحت فرمادی ہے۔''اور ہم نے ان پر زمین پر پھیلنے والا (کدو کا) پودا اگا دیا'' حدیث نبویؐ سے اس کی تصدیق ہوتی ہے۔''**قیل لرسول اللّٰہؐ انک لتحب القرع قال اجل ھی شجرۃ اخی یونس** ''(۴۶) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا آپ کدو کو بہت پسند کرتے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا۔ اس لیے کہ یہ میرے بھائی یونسؑ کا پودا ہے۔

۲۱۔ مَا لِلظّٰلِمِيۡنَ مِنۡ حَمِيۡمٍ وَّ لَا شَفِيۡعٍ يُّطَاعُ ۔(۴۷) بعض مترجمین نے الظالمین کا ترجمہ ''گنہگاروں'' کیا ہے، علامہ فخر الدین رازیؒ کے مطابق معتزلہ گنہگاروں کے لیے شفاعت کے منکر ہیں۔ ان کے خیال میں اس آیت میں ''**ان المراد من الظالمین ھھنا الکفار و الدلیل علیہ ان ھذہ الایۃ وردت فی زجر الکفار** ''(۴۸) یہاں ظالمین سے مراد کفار ہیں اور اس کے لیے دلیل یہ ہے کہ یہ آیت کفار کی زجر و توبیخ کے لیے نازل ہوئی ہے۔ علامہ کاظمیؒ نے بھی ترجمہ میں گناہگاروں کی بجائے ظالموں ہی لکھا ہے۔''ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا اور نہ سفارشی جس کی بات مانی جائے۔

۲۲۔ وَالنَّجۡمِ اِذَا هَوٰى (۴۹) اکثر مترجمین نے اس کا ترجمہ ان الفاظ میں کیا ہے''قسم ہے ستارہ کی جب وہ غروب ہونے لگے/ڈوبنے لگے/جب گرے/غائب ہونے لگے۔ جس سے مفہوم میں تشنگی رہ جاتی ہے۔ علامہ کاظمیؒ نے قوسین کی مدد سے مفہوم کو احسن انداز میں واضح کیا ہے۔''قسم

روشن ستارے (وجودِ محمدیؐ) کی جب وہ (شبِ معراج عرش بریں پر عروج فرما کر زمین کی طرف) اُترا۔ معتبر تفاسیر میں اس مفہوم کی وضاحت ملتی ہے۔ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی کے مطابق۔ **والنجم یعنی محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ وسلم اذا ھوی اذا نزل من السماء لیلة المعراج۔**(۵۰) ''والنجم سے مراد محمد ﷺ ہیں جب شبِ معراج آپ نے (عرش بریں سے) نزول فرمایا۔'' اسی طرح البحر المحیط میں ہے **وقال ابن جبیر الصادق ھو النبیؐ وھویہ نزولہ لیلة المعراج۔**(۵۱) حضرت ابن جبیر صادقؒ نے فرمایا النجم سے مراد نبیؐ ہیں اور ھوی سے مراد شبِ معراج آپ کا (عرش سے) اترنا ہے۔ اور علامہ کاظمیؒ کے ترجمہ کی تصدیق تفسیر روح المعانی سے بھی ہوتی ہے۔ **وقال جعفر الصادقؓ ھو النبیؐ وھویہ نزولہ من السماء لیلة المعراج۔**(۵۲) ''امام جعفر صادقؒ فرماتے ہیں کہ النجم سے مراد نبی اکرمؐ ہیں اور ھوی سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معراج کی شب (عرش) سے نزول فرمانا ہے۔''

۲۳۔ **فَبِأَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكَ تَتَمَارٰى۔**(۵۳) متعدد مترجمین نے اس کا ترجمہ کرتے وقت وضاحت نہیں کی کہ اس آیت کا مخاطب کون ہے جس سے ابہام پیدا ہوتا ہے کہ مخاطب رسولؐ ہیں یا عام انسان، لیکن علامہ کاظمیؒ نے قوسین میں مخاطب لکھ کر ابہام کو دور کر دیا ہے۔ ''تو (اے سننے والے) تُو اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں میں شک کرتا رہے گا'' اس مفہوم کی تائید تفسیر مدارک، تفسیر جلالین اور تفسیر کبیر وغیرہ سے ہوتی ہے۔ تفسیر روح المعانی کے الفاظ میں۔ **وقیل الانسان علی الاطلاق وھو اظھر۔**(۵۴) اس کا اطلاق عام انسانوں پر بتایا گیا ہے۔ اور یہی قول زیادہ واضح ہے۔

۲۴۔ **فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَيْثُ لَمْ يَحْتَسِبُوْا**(۵۵) **فاتھم اللّٰہ** کا ترجمہ کرتے وقت بعض مترجمین نے ''پہنچا ان پر اللہ''/''آیا''/''آلیا'' وغیرہ لکھا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ آنے جانے سے پاک ہے۔ علامہ کاظمیؒ نے منفرد ترجمہ کیا ہے ''تو اللہ کا حکم ان کے پاس آیا جہاں سے انہیں گمان (بھی) نہ تھا'' اس مفہوم کی تائید معتبر تفاسیر سے ہوتی ہے۔ تفسیر جلالین کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔ **فاتھم اللّٰہ امرہ وعذابہ ٥**(۵۶) ''تو اللہ کا حکم اور عذاب ان کے پاس آیا۔''

۲۵۔ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ (۵۷) بعض مترجمین نے ''رب گھات میں'' / گھات لگائے'' / ''تاک میں'' ترجمہ کیا ہے، جو غیر مناسب ہے۔ علامہ کاظمیؒ نے نہایت محتاط ترجمہ کیا ہے ''بیشک آپؐ کا رب (نافرمانوں کو) خوب دیکھ رہا ہے۔'' جو نامور تفاسیر کے عین مطابق ہے۔ تفسیر روح المعانی کی عبارت پیش خدمت ہے ''**وفی الکلام استعارۃ تمثیلیۃ شبہ کونہ تعالیٰ حافظا لاعمال العصاۃ** (۵۸) اس کلام میں استعارہ تمثیلیہ کے طور استعمال ہوا ہے، مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو عذاب دے گا کیونکہ وہ ان کے اعمال پر نظر رکھتا ہے۔''

۲۶۔ لَآ اُقْسِمُ بِھٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّ بِھٰذَا الْبَلَدِ (۵۹) بعض مترجمین نے اس آیت کے ترجمہ میں ''تجھ کو قید نہ رہے گی'' / ''اس شہر میں لڑائی حلال ہونے والی ہے'' / ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ علامہ کاظمیؒ نے شان رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملحوظ رکھتے ہوئے ترجمہ کیا ہے ''میں قسم فرماتا ہوں اس شہر کی اس حال میں کہ (اے محبوب ﷺ) آپ اس شہر میں جلوہ فرما ہیں''۔ اس مفہوم کا اظہار تفسیر کبیر میں بہت واضح انداز میں ملتا ہے۔ ''**وانت مقیم بھذا لبلد نازل فیہ حال بہ ، کانہ تعالیٰ عظم مکۃ من جھۃ انہ علیہ الصلوۃ والسلام مقیم بھا** ''۝(۶۰) اللہ تعالیٰ نے نبی اکرمؐ کے مکہ مکرمہ میں مقیم ہونے کی وجہ سے اس کو عظیم سمجھتے ہوئے اس شہر کی قسم کھائی ہے کہ اے محبوب مجھے اس شہر کی قسم کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔ ایک عام مقولہ بھی ہے کہ ''**شرف المکان بالمکین**'' کسی مقام کی عزت اس کے مکین کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۲۷۔ وَوَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی ۝(۶۱) اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت بیشتر مترجمین نے شان ومقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملحوظ نہیں رکھا اور رسول اللہؐ کے بارے میں نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں مثلاً ''پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ سمجھائی'' / ''بے خبر پایا'' / ''ناواقف راہ پایا'' / ''راہ بھولا ہوا'' وغیرہ۔ علامہ کاظمیؒ نے اس کا ترجمہ عظمتِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیش نظر رکھ کر کیا ہے۔ ''اور آپ کو (اپنی محبت میں) گم پایا تو (اپنی طرف) راہ دی'' کاظمی صاحب کا ترجمہ معتبر تفاسیر کے عین مطابق ہے۔ تفسیر روح المعانی میں امام جعفر صادقؓ سے روایت ہے۔ ''**کنت ضالا عن محبتی لک فی**

الازل فمننت علیک بمعرفتی وھوقریب من سابقہ " (۶۲) ''آپؐ ازل سے جو میری محبت میں وارفتہ تھے، میں نے آپؐ پر احسان فرمایا کہ اپنی معرفت کی طرف راہ دی جو کہ پہلے سے زیادہ قریب ہے''۔ تفسیر کبیر میں بھی ایسی ہی توضیح پیش کی گئی ہے۔ **ومعناہ انک محب فھدیتک الی الشرائع التی تتقرب الی خدمۃ محبوبک** (۶۳) اور اس کا معنی ہے یقیناً آپ مُحب ہیں اور میں نے آپ ﷺ کو اپنی طرف ہدایت دی، ان راستوں کی طرف رہنمائی کی جن کی وجہ سے محبوب کی خدمت کا قرب حاصل ہوگا''۔

۲۸۔　**قُلْ یٰٓاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ ۝** (۶۴) اس آیت میں قُلْ کا ترجمہ کرتے وقت بعض مترجمین نے ''تو کہہ'' تم کہو'' ایسے الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے رسول اکرمؐ کی شان میں بے ادبی محسوس ہوتی ہے۔ علامہ کاظمیؒ نے ادب واحترام کے ساتھ ترجمہ کیا ہے۔ ''(اے حبیبؐ) آپ فرما دیجئے اے کافرو!'' گرچہ یہ خطاب خالق کا مخلوق کے ساتھ ہے مگر نبی معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اور تمام مخلوق میں سے اعلیٰ وارفع ہیں۔ لہٰذا ''تم'' ''تو'' ایسے الفاظ سے ترجمہ آپؐ کے شایان شان نہیں۔ بقول شاعر

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجھک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعداز خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس مختصر مقالہ میں علامہ کاظمیؒ کے ترجمہ قرآن ''البیان'' کے خصائص ومحاسن کا احاطہ کرنا مشکل ہے۔ اس کے لیے ایک علیحدہ کتاب درکار ہے۔ ہم نے حتی المقدور مختصر الفاظ میں وضاحت کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاہم طوالت کے خوف سے بات کو اس فقرہ پر ختم کرتے ہیں کہ علامہ کاظمیؒ کا ترجمہ عصر حاضر میں ایک کامیاب کوشش ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو کروٹ کروٹ جنت عطا فرمائے اور اُن کے درجات بلند فرمائے۔ (آمین)

حوالہ جات وحواشی

۱۔ سعیدی، حافظ امانت علی، حیاتِ غزالی زماں (لاہور: تحفظ ختم نبوت فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء) ص ۲۷

۲۔ ایضاً

۳۔ نقشبندی، حافظ محمد عبدالرزاق، خطبات کاظمی (ملتان: کاظمی پبلی کیشنز ۲۰۰۴ء) ج ۱، ص ۱۵

۴۔ سعیدی، مولانا غلام رسول، مقالات کاظمی (ساہیوال: مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ۱۳۹۷ھ) ح ۱، ص ۱۵

۵۔ سعیدی، حافظ امانت علی، حیاتِ غزالی زماں (لاہور: تحفظ ختم نبوت فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء) ص ۶۳

۶۔ ایضاً ص۔ ۵۷

۷۔ ایضاً ص۔ ۱۸۲

۸۔ سعیدی، مولانا غلام رسول، مقالات کاظمی (ساہیوال: مکتبہ فریدیہ، جناح روڈ، ۱۳۹۷ھ) ح ۱، ص ۱۶

۹۔ سعیدی، حافظ امانت علی، حیاتِ غزالی زماں (لاہور: تحفظ ختم نبوت فاؤنڈیشن، ۲۰۰۴ء) ص ۲۷

۱۰۔ ملاحظہ ہو'' کاظمی، علامہ سید احمد سعید، البیان (ملتان: کاظمی پبلی کیشنز، ۱۹۹۸) ص ۲

۱۱۔ ایضاً ص ۱۵

۱۲۔ ایضاً ص ۱۵

۱۳۔ ایضاً ص ۳

۱۴۔ ایضاً ص ۴۔۳

۱۵۔ ایضاً ص ۲۹۶

۱۶۔ نقشبندی عبدالرزاق، حافظ محمد، مقالات کاظمی (ملتان: کاظمی پبلی کیشنز، ۲۰۰۴ء) ج ۳، ص ۱۰۲۔۱۱۷

۱۷۔ فیروز آبادی، مجد الدین محمد بن یعقوب، القاموس المحیط (بیروت، دار الفکر ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء) ج ۲، ص ۳۲۳

۱۸۔ الاعراف/۶۵ (البیان ص ۲۵۴)

۱۹۔ اصفہانی، حسین بن محمد راغب، المفردات فی غرائب القران (کراچی: نور محمد کارخانہ تجارت کتب) ص ۱۳

۲۰۔ البقرۃ/۴۷ (البیان ص ۱۲)

۲۱۔ محلی: جلال الدین/ سیوطی: جلال الدین، تفسیر جلالین (کراچی: قدیمی کتب خانہ) ص ۹

۲۲۔ البقرۃ/۵۱ (البیان ص ۱۳)

۲۳۔ طٰہٰ/۸۸ (البیان ص ۵۰۸)

۲۴۔ الخفاجی، احمد بن محمد بن عمر، حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی (بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۷ء) ج ۲، ص ۲۵۴

۲۵۔ البقرہ/۱۷۳ (البیان ص ۴۲)

۲۶۔ خفاجی، احمد بن محمد بن عمر، حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی (بیروت، دار الکتب العلمیہ ۱۴۱۷ھ /۱۹۹۷ء) ج ۲، ص ۴۴۶

۲۷۔ البقرہ/ ۲۵۴ (البیان ص ۶۷)

۲۸۔ قزوینی، حافظ ابوعبداللہ محمد بن یزید، ابن ماجہ (بیروت، دار المعرفۃ ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء) حدیث نمبر ۴۳۱۳، ص ۷۳۵

۲۹۔ ال عمران/ ۵۴ (البیان ص ۹۱)

۳۰۔ النساء/ ۱۴۲ (البیان ص ۱۶۱)

۳۱۔ الانعام/ ۱۱۴ (البیان ص ۲۲۸)

۳۲۔ رازی، امام فخر الدین محمد بن عمر تفسیر کبیر (داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ج ۵، ص ۱۲۴

۳۳۔ یوسف/۸ (البیان ص ۳۷۷)

۳۴۔ یوسف/۵۹ (البیان ص ۸۸۔ ۳۸۷)

۳۵۔ رازی، امام فخر الدین محمد بن عمر تفسیر کبیر (داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ج ۶، ص ۴۷۸

۳۶۔ مریم/ ۱۲ (البیان ص ۴۸۹)

۳۷۔ رازی، امام فخر الدین محمد بن عمر تفسیر کبیر (داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ج ۷، ص ۵۱۷

۳۸۔ النور/ ۳۳ (البیان ص۔ ۵۶۷)

۳۹۔ الاحزاب/۶ (البیان ص ۶۶۹)

۴۰۔ آلوسی، شہاب الدین، سید محمود آفندی، روح المعانی (مصر: ادارہ طباعۃ المنیریہ) ج ۲۱، ص ۱۳۵

۴۱۔ التوبہ/ ۱۲۸ (البیان ص۔ ۳۳۱)

۴۲۔ الصّٰفّٰت/ ۹۳ (البیان ص۔ ۷۱۹)

۴۳۔ النسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التاویل)، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ) ج ۳، ص ۱۲۹

۴۴۔ الصّٰفّٰت/۱۰۳(البیان ص۷۲۰)

۴۵۔ الصّٰفّٰت/۱۴۶(البیان ص۷۲۲)

۴۶۔ النسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود، تفسیر النسفی (مدارک التنزیل وحقائق التاویل)، (لاہور: مکتبہ رحمانیہ) ج۳، ص۱۳۷

۴۷۔ المؤمن ۱۸(البیان ۷۵۰)

۴۸۔ رازی، امام فخر الدین محمد بن عمر تفسیر کبیر (داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ج۹، ص۵۰۴

۴۹۔ النجم/۱(البیان ۸۴۱)

۵۰۔ قرطبی، محمد بن احمد انصاری، الجامع الاحکام القرآن (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۹۶۶ء) ج۹، ص۸۳

۵۱۔ غرناطی، محمد بن یوسف اندلسی، البحر المحیط (بیروت: داراحیاء التراث العربی، ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء) ج۸، ص۱۵۷

۵۲۔ الالوسی، شہاب الدین، سید محمود آفندی، روح المعانی (مصر: ادارہ طباعۃ المنیریہ) ج۲۷، ص۳۸

۵۳۔ النجم/۵۵(البیان ۸۴۵)

۵۴۔ الالوسی، شہاب الدین، سید محمود آفندی، روح المعانی (مصر: ادارہ طباعۃ المنیریہ) ج۲۷، ص۶۱

۵۵۔ الحشر/۲(البیان ص۸۷۴)

۵۶۔ محلی: جلال الدین/سیوطی: جلال الدین تفسیر جلالین (کراچی: قدیمی کتب خانہ) ص۴۵۴

۵۷۔ الفجر/۱۴(البیان ص۹۵۸)

۵۸۔ آلوسی، شہاب الدین، سید محمود آفندی، روح المعانی (مصر: ادارہ طباعۃ المنیریہ) ج۳۰، ص

۵۹۔ البلد/۲۔۱(البیان ص۹۵۹)

۶۰۔ رازی، امام فخر الدین محمد بن عمر تفسیر کبیر (داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ج۱۱، ص۱۶۴

۶۱۔ الضحیٰ/۷(البیان ص۹۶۳)

۶۲۔ آلوسی، شہاب الدین، سید محمود آفندی، روح المعانی (مصر: ادارہ طباعۃ المنیریہ) ج۳۰، ص۱۶۳

۶۳۔ رازی، امام فخر الدین محمد بن عمر تفسیر کبیر (داراحیاء التراث العربی ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء) ج۱۱، ص۱۹۸

۶۴۔ الکافرون/۱ (البیان ۹۷۲)